www.KitaboSunnat.com

تذکرۃ المشاہیر — مولانا مفتی محمد عبدہ الفلاح

حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم آرویؒ

۱۲۶۴ھ / ۱۳۱۹ھ —— ۱۸۴۸ء / ۱۹۰۲ء

متحدہ ہندوستان میں تیموری سلطنت کے آخری دور میں دہلی میں خاندان ولی اللہ نے رُشد و ہدایت کی مشعل کو روشن تر کردیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب (المتوفی ۱۲۳۹ھ)، ان کے بزرگ برادر اور عزیزوں نے علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تدریس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ شاہ عبدالعزیز کے بعد شاہ محمد اسحاق صاحب (المتوفی ۱۲۶۲ھ) نواسہ شاہ عبدالعزیز نے اپنے نامور تلامذہ کے ذریعہ اس کے حلقہ اثر کو بہت وسیع کردیا۔ بعد ازاں شاہ اسحاق صاحب کے نامور تلامذہ میں دو گروپ پیدا ہوگئے اور ایک گروپ کے سرخیل مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری تھے جن میں ردِّ بدعت اور توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ تقلید کا رنگ نمایاں رہا، اور دوسرے گروہ کے قائد سید نذیر حسین صاحب دہلوی تھے جنھوں نے توحید خالص اور ردّ بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کے ساتھ تقلید کی بجائے براہِ راست کتبِ حدیث سے بقدرِ فہم استفادہ کا طریق اپنایا اور اس کے مطابق عمل کو اپنا شعار بنایا۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

> ان دونوں کے بالمقابل ایک تیسرا گروہ وُہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی قدیم روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل سنت کہتا رہا اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے (۱)

بریلی میں احمد رضا خاں نے اپنی پرانی روش (ممتاز مسائل اہل سنت) کو فروغ دیا اور بدایوں نے بھی اپنے عقائد کو فروغ دینے میں کمی نہیں۔

دوسری طرف سید نذیر حسین کے سلسلہ سے تحریک اہلحدیث کو بہت ترقی ہوئی اور آج پاک و ہند میں یہ پودا ایک تناور درخت بن کر سایہ فگن ہے۔ اور موصوف کے تلامذہ در تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہوچکا ہے اور وہ ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر کتاب و سنت کی اشاعت اور بڑے بڑے شہروں سے نکل کر دیہات میں بھی اپنے مکاتبِ فکر قائم کرچکے ہیں۔

ان میں صوبہ بہار میں مولانا حافظ ابراہیم صاحب آروی نہایت ممتاز شخصیت تھے جنھوں نے مذہبی، سیاسی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیں۔ زندگی بھر تحریکِ جہاد میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ ان کا شمار اُن اساطین میں تھا جو اندرونِ ہند خفیہ طور پر تحریکِ جہاد کو چلاتے رہے۔ آئندہ اوراق میں اسی عنوان کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت فاضل مضمون نگار نے ان کے سیاسی اور اصلاحی کارناموں کو مختصرا قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔
حافظ صاحب نے تعلیم کے میدان میں "مدرسۂ احمدیہ" آرہ قائم کیا جو جدید تقاضوں کے مطابق تعلیمی خدمات سرانجام دیتا رہا، بلکہ ہندوستان بھر میں یہ پہلی اسلامی درسگاہ تھی جس کے نصابِ تعلیم میں جدید علوم و فنون کو بھی سمو دیا گیا تھا۔ اس مختصر تمہید کے بعد اب حافظ ابراہیم کی مساعی صالحہ و خدماتِ جلیلہ کو ان کی زندگی کے مختلف مراحل کے مطابق ضبطِ تحریر میں لایا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

ولادت و نشاۃ :

حضرت مولانا ابو محمد ابراہیم صاحب شاہ آباد (ملکی محلہ) آرہ کے ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد ماجد جناب ناظر عبدالعلی بن رحیم بخش آروی بہت بڑے طبیب اور خطاط تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم ظہور الحسن صاحب بھی مشہور طبیب اور ماہر خوش نویس ہو گذرے ہیں۔ حضرت مولانا موصوف ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے (۲) ابتدائی کتابیں مولوی حکیم ناصر علی صاحب مرحوم و قاضی مولوی محمد کریم مرحوم و مولوی نور الحسن (آروی) اور مولانا الٰہی بخش خان صاحب بہاری سے اخذ کیں۔ (۳)

اس کے بعد متوسطات اور اکثر معقولات کی بڑی کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے پڑھیں (۴) اور تکمیل مولانا سعادت حسین بہاری سے کی اور انہی سے سند فراغت حاصل کی۔ (۵)

حضرت حافظ صاحب نے دیو بند اور علی گڑھ میں بھی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد حضرت میاں صاحب کے حلقہ میں شامل ہوگئے اور سند حدیث حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے آرہ میں عمل بالحدیث کو رواج دیا اور وہاں پر ایک جامع مسجد اور بہت بڑے پیمانے پر "مدرسہ احمدیہ" کے نام سے ایک جامعہ دینیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور "مطبع خلیلی" کے نام سے ایک چھاپہ خانہ قائم کیا، اس مدرسہ میں "مذاکرۂ علمیہ" کے نام سے سالانہ اجتماعات منعقد ہوتے اور دور دور سے مشاہیر تشریف لاتے۔ جن میں سید نذیر حسین دہلوی، محسن الملک، علامہ شبلی، مولانا ذکاء اللہ، ڈپٹی نذیر احمد اور دوسرے چند اکابر خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

صفات :

مولانا مرحوم نہایت حسین اور وجیہ شخصیت رکھتے تھے، صناعی میں یگانہ، موسیقی کے ماہر، ایک شعلہ بیان خطیب، ایک فصیح و بلیغ شاعر، ایک کہنہ مشق انشاء پرداز اور پختہ کار خطاط تھے۔ فنِ خطاطی اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی۔ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں پوری قدرت رکھتے تھے۔ پاکبازی کا پیکر اور تقدس و روحانیات کا مجسمہ تھے۔ ان کے کارنامے آئندہ نسلوں کے لئے مشعلِ ہدایت ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالکتب اور کتابی ذوق:

مولانا مرحوم نے کتابوں کا وسیع ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔

مولانا عبدالمالک آروی بہاری لکھتے ہیں:[6]

”مولانا کی وسیع لائبریری سے علامہ شبلی اور مولانا ذکاء اللہ جیسے اُدباءِ روزگار مہینوں آکر استفادہ کرتے تھے۔“

مہمان نوازی اور سادگی:

مولانا ایک آسودہ خاندان کے چشم و چراغ تھے اور گھر میں باپ کی دولت موجود تھی لیکن اپنے کسبِ ید سے کھاتے اور بزرگانِ سلف اور ائمہ کرام کے نقشِ قدم پر چلتے تھے، مہمان نوازی کا فریضہ سرگرمی کے ساتھ ادا کرتے، مہمانوں کے لئے انواع و اقسام کے کھانے تیار ہوتے، لیکن مرحوم نفس کشی پر عمل کرتے اور معمولی سی دال چپاتی پر گذارا کر لیتے۔

مدرسہ احمدیہ، آرہ:

مولانا عبدالمالک آروی لکھتے ہیں:

”اس مدرسہ سے بڑے بڑے علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ ان میں اتباعِ سنت کا بڑا خیال ہوتا تھا، اس مدرسہ میں ہندوستان کے منتخب علماء درس دیتے، استاذ الاساتذہ حضرت حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری و حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی اور شاہ عین الحق صاحب پھلواروی اسی جامعہ دینیہ میں علوم و فنون کے چشمے بہا چکے ہیں۔“

عمومی خدمات:

یوں تو حافظ صاحب کی زندگی کے سارے کارنامے درسِ عبرت ہیں، لیکن آپ نے اشاعتِ دین، مخالفتِ رسوم، اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ قوم کی جو خدمت سرانجام دی ہے، اس کا اعتراف آپ کے مذہبی مخالفوں نے بھی کیا ہے۔

عقدِ بیوگان:

مولانا مرحوم کا سب سے بڑا حوصلہ آزما اور ہمت طلب کام اس رسم کی ترویج تھا، اس دور میں شریف گھرانوں میں نکاحِ بیوگان بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ مولانا مرحوم نے جرأت کر کے اپنی بڑی ہمشیرہ کا عقدِ ثانی کر دیا، اسی طرح اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ کو ایک آدمی سے بیاہ دیا، چنانچہ اس طرح اس رسم خیر کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے گھر سے ہی شروع کیا اور پھر آپ نے یہ مسئلہ قوم کے سامنے پیش کیا اور یہ مبارک رسم "ہماری سوسائٹی" میں داخل ہوگئی، جس نے نہ صرف ہماری اخلاقیات پر اچھا اثر ڈالا، بلکہ بہت سی مظلوم خواتین کو بھی دوبارہ زندگی مل گئی۔

تالیفات :

آپ نے عربی فارسی اَدبیات پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ عربی صرف و نحو پر چار رسالے تالیف کئے، حدیث میں امام بخاری کی کتاب "الادبُ المفرد" کا مولانا عبدالغفار مہدانوی سے "سلیقہ" کے نام سے ترجمہ کروا کر اپنے "مطبع خلیلی" سے شائع کیا۔

(۲) مشکوۃ شریف کے ہر باب کی فصل اول (جو کہ صحیحین کی احادیث پر مشتمل ہے) کا ترجمہ کرکے اسے بہت عمدہ طریق سے شائع کیا اور اس کا نام "طریق النجاۃ" رکھا۔

(۳) "تفسیر خلیلی" کے نام سے چند پاروں کی تفسیر لکھی۔ اردو میں یہ کتابیں شائع کرنا بذاتِ خود اُردو زبان کی بہت بڑی خدمت تھی اور یہ خدمت اس وقت سرانجام دی جبکہ مولانا وحید الزمان خان صاحب (نواب وقار نواز جنگ بہادر) مہاجر مکی اور آپ کے بڑے بھائی مولانا بدیع الزمان نے صحاحِ ستہ کے اردو تراجم شائع نہیں کئے تھے[7] اس لئے سب سے پہلے یہ شرفُ بہار اور بہار میں آرہ کو حاصل ہے کہ اس نے صحیح حدیث کو بامحاورہ اُردو میں پیش کیا۔

مولانا نے حدیث، تفسیر معاشرت، صرفُ نحو اور تعلیم پر تقریباً بیس کتابیں لکھیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) طریق النجاۃ (۲) تفسیر خلیلی (الٓمّ، سیقول، تبارک الذی، عمّ پارہ کی تفسیر سہل اردو میں، محدّثانہ نقطہ نظر سے) (۳) تلقین التصریف (۴) تہذیب التصریف (۵) ارشاد الطلب الی علم الادب (۶) ارشاد الطلاب الی علم الاعراب (نحو) (۷) ترجمہ تفسیر ابن کثیر پارہ اول برحاشیہ نزہۃ القلوب پارہ اول (۸) تسہیل التعلیم (۹) طرزِ معاشرت (۱۰) یتامیٰ (۱۱) خیرالوظائف (۱۲) صلاۃ النبی ﷺ (۱۳) صلاح و تقویٰ (۱۴) سلیمان و بلقیس (۱۵) اتفاق (۱۶) بادشاہ حقیقی و مجازی (۱۷) غنچۂ مراد (۱۸) قولِ میسور (۱۹) فارسی کی پہلی کتاب (۲۰) دوسری کتاب القول المزید

خدماتِ دینیہ :

سید سلیمان ندوی مولانا ابراہیم آروی کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:[8]

"مولوی نذیر حسین کے شاگردوں میں مولوی ابراہیم آروی خاصی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ نہایت خوشگوار اور پُردرد وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو بھی رُلاتے، نئی باتوں میں سے اچھی باتوں کو پہلے قبول کرتے۔ چنانچہ نئے طرز پر انجمن علماء اور عربی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ اور اس میں دار الاقامہ کی بنیاد کا خیال انہی کے دل میں آیا اور انہی نے ۱۸۹۰ء (۱۲۹۸ھ) میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے آرہ میں ایک مدرسہ قائم کیا اور اس کے لئے "جلسہ مذاکرہ علمیہ" کے نام سے ایک مجلس بنائی جس کا سال بسال جلسہ آرہ میں ہوتا۔ اس مدرسہ میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ ندوہ کے قیام کے بعد ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں اس کا سب سے پہلا جلسہ آرہ، دربھنگہ میں ہوا...... بہرحال وہ مدرسہ قائم رہا اور مدتوں خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہا"

یہ مدرسہ اب بھی "مدرسہ احمدیہ سلفیہ" کے نام سے دربھنگہ میں قائم ہے اور اسے جماعت اہلحدیث کے مرکزی مدرسہ کی حیثیت حاصل ہے، اور ڈاکٹر محمد فرید مرحوم کے بعد ان کے خلف الرشید ڈاکٹر عبدالحفیظ اس کے مہتمم رہے۔ مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری (۱۳۳۷ھ) سالہا سال تک اس مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری، مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری اور مولانا ابوبکر محمد شعیب صاحب جونپوری اور بہت سے علماء یہاں کے شاگرد ہیں[9]

اہل حدیث و بدعتِ حسنہ:

سید سلیمان ندوی "حیاتِ شبلی" میں مدرسہ آرہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ مولوی ابراہیم صاحب نے اپنا مدرسہ اور خاص طور پر اپنا دار الاقامہ دکھایا.... بہرحال عربی مدرسوں میں یہ نئی بدعت انہی اہل حدیث سے شروع ہوئی۔"

درسِ نظامی اور علومِ جدیدہ:

جب ندوہ کا دوسرا اجلاس ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں لکھنؤ میں ہوا تو اس میں خاص طور پر یہ تجویز زیر بحث آئی کہ آیا درسِ نظامی پر کسی اور علم کے اضافہ کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟ اس ضرورت کو سب نے تسلیم کیا۔ مولوی منصور علی صاحب مراد آبادی (م ۱۳۴۷ھ)[10] نے جب تجویز پیش کی تو دوسرے علماء کے ساتھ مولانا ابراہیم صاحب آروی نے بھی اس تجویز کی پرزور تائید کی، جو مولانا کی روشن خیالی کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن یہ روشن خیالی سرسید احمد یا ان کے مصاحبین جیسی نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد "خذما صفا ودع ما کدر" پر تھی۔

جب ۱۳۱۰ھ کو حضور شاہجہان بیگم صاحبہ نے نواب سید علی حسن خاں صاحب ابن النواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو ریاست بھوپال کے تعلیمات کا ڈائریکٹر (افسر اعلیٰ) مقرر کیا تو انہوں نے عربی تعلیم کی طرف توجہ دی، اس وقت عربی کے پانچ مدرسے شہر بھوپال میں قائم تھے مگر نتیجہ کچھ نہ تھا اور طلبہ صرف وظائف کے لئے پڑھتے، جیسا کہ اس وقت ہندوستان کے عام مدارس کی حالت بھی یہی تھی، جن کو

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اصحابِ خیر نے جاری کیا تھا۔

نواب صاحب نے یہ کیفیت دیکھ کر ۱۳۱۷ھ کو "نظارۃ المعارف" کے نام سے ایک تعلیمی مجلس شوریٰ قائم کی، جس میں بھوپال کے علاوہ دو عالموں کو، جو عربی مدارس کی اصلاح و تنظیم کے لئے کوشاں تھے، باہر سے بلوایا ان میں ایک مولانا ابراہیم صاحب آروی اور دوسرے علامہ شبلی نعمانی تھے۔ کیونکہ مولانا ابراہیم خود نئے انداز پر آرہ میں ایک عربی درسگاہ، مدرسہ احمدیہ کے نام سے قائم کر چکے تھے۔ (۱۱)

مولانا صاحب اور تحریکِ آزادی:

شاہ اسماعیل شہید کی تحریک "عمل بالسنہ" نے صوبہ بہار پر گہرا اثر ڈالا، اس تحریک کے مرکزی مقامات "صادق پور" پٹنہ اور "ملکی محلہ" آرہ، تھے۔ حضرت مولانا ابراہیم کی زندگی کا نصبُ العین۔ ترویجِ سنت، استیصالِ بدعات، اشاعتِ دین اور نشرِ علم وادب تھا۔ آپ نے مذہب اور معاشرت کے متعلق جو کوششیں کیں ہیں وہ ہماری تاریخِ اجتماعی کے اہم باب ہیں۔

(الف) مولانا مرحوم کا خاندان شروع ہی سے تحریکِ جہاد سے وابستہ چلا آیا ہے، آپ کے بڑے بھائی علی نے ۱۸۵۷ء کی تحریکِ حُریتِ وطن میں نمایاں حصہ لیا، بعد میں وہ گرفتار ہوئے اور انہیں موت کی سزا دی گئی جس پر حکیم عبدالعلی صاحب نے، جو ناظر تھے، سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، چنانچہ تحریک وہابیت میں مولانا ابراہیم کے متعلق ایک رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ ضلع شاہ آباد میں "آرہ" ایک اہم مرکز رہا ہے اور مولانا محمد ابراہیم صاحب ضلع شاہ آباد کے قائد کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۸۲ء کی رپورٹ میں ہے:

> "۱۸۸۱ء میں بہار کا ضلع شاہ آباد، وہابی اثر کے ایک اہم مرکز کی حیثیت سے بہت نمایاں ہوا، وہاں کے سربراہ ابراہیم ولد حکیم عبدالعلی تھے۔ جو غدر کے زمانے میں آرہ کی عدالت میں ناظر فوجداری تھے، ابراہیم کے بڑے بھائی علی نے ۱۸۵۷ء کی شورش میں نمایاں حصہ لیا تھا، بعد میں وہ گرفتار ہوئے اور موت کی سزا کا فیصلہ ہوا، ناظر کی حیثیت سے باپ پر فرض عائد ہوتا تھا کہ بیٹے کی پھانسی کے انتظامات کرے، اس لئے انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد کچھ جائیداد غیر منقولہ (جس کی آمدنی سالانہ تین ہزار تھی) چھوڑ کر انتقال کیا۔" (۱۲)

پھر کلکتہ پولیس کی رپورٹوں سے (۸۱-۱۸۸۰ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ابراہیم صاحب کی "تحریک مجاہدین" سے وفاداری شک وشبہ سے بالا تھی، چنانچہ ڈاکٹر قیام الدین احمد لکھتے ہیں:

> "کلکتہ پولیس کی رپورٹوں سے ۸۱ - ۱۸۸۰ء میں ابراہیم کی جدوجہد کا حال معلوم ہوتا ہے"۔ (۱۳)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

.....چنانچہ ۱۸۸۰ء میں ڈھاکہ کے ایک شخص بدیع الزمان نے ممتاز وہابیوں کا ایک جلسہ کرنے کی کوشش کی تھی، جس میں نذیر حسین دہلوی بھی شامل کئے گئے تھے۔

.....ابراہیم نے مشورہ دیا کہ یہ جلسہ مظفرپور کے قریب ایک گاؤں تاجپورہ میں منعقد کیا جائے۔ جلسے میں کوئی تیس ہزار وہابی مولوی جمع ہوئے۔ جلسے کا اصل مقصد یہ تھا کہ بغاوت پھیلانے کے لئے حکمت عملی تیار کی جائے، یہ بھی طے پایا کہ مختلف فرقہ وارانہ اغراض کے لئے چندے فراہم کئے جائیں۔ دہلی، پٹنہ، اور آرہ میں مدرسے کھولے جائیں جہاں وہابی عقائد کی تعلیم دی جائے، تقسیم کے لئے کتابیں اور رسالے چھاپے جائیں.... کئی مولویوں کو جو حاضر تھے، رسالے دیئے گئے اور ان سے تبلیغی دوروں کے لئے نکلنے کو کہا گیا۔ ابراہیم نے کلکتہ، دہلی، لکھنؤ، غازی پور، بنارس وغیرہ کے دورے کئے اور ان جگہوں پر تقریریں کیں۔

اجلاس پر پولیس کا چھاپہ:

اس کے بعد کی ایک پولیس رپورٹ میں درج ہے۔ کمشنر پٹنہ کو اطلاع دی گئی کہ ممتاز وہابیوں کا ایک جلسہ "سراج گنج" میں منعقد ہوا۔ سربرآوردہ حاضرین میں نذیر حسین، محمد حسین لاہوری، اور مولانا ابراہیم آروی تھے۔ جلسہ کے مہتمم و بانی ابراہیم تھے اور مقصد یہ تھا کہ ان کا تعاون حاصل کیا جائے اور اس ملک کے "دارالحرب" ہونے کا اعلان کردیا جائے..... خفیہ اجلاس کی رپورٹ حکام کو ملی اور مجسٹریٹ، مولویوں کو اچانک جا لینے کے لئے جھپٹے لیکن اس جگہ کوئی قابل مؤاخذہ چیز دستیاب ہوئی، نہ کوئی گرفتار کیا جاسکا۔

مولانا کی تبلیغی مہم:

جولائی ۱۸۸۱ء میں پی نولن، سپرنٹنڈنٹ پولیس پٹنہ نے کمشنر کو رپورٹ کی کہ ابراہیم (مولانا ابراہیم) نے اپنے کلکتہ کے دورہ میں تبلیغ کی ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ سرکاری ملازمت سے مستعفی ہوجائے اور یہ کہ کسی غیر سرکاری شغل میں آدھے معاوضے پر کام کرنا، حکومت کے ماتحت اس قسم کے کام کے لئے دوگنے معاوضے پر کام کرنے سے بہتر ہے، نولن نے (مولانا) ابراہیم کی تقریر کے بعض خطرناک پہلوؤں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ابراہیم نے احتجاج، شورش، مقدمہ بازی، فراہمی چندہ، اور سرکاری ملازمین کو استعفیٰ کی ترغیب و اغواء، اس طور کہ فوجی سپاہیوں پر اثر انداز ہوں، کے تمام طریقے استعمال کئے۔

نولن نے مزید اظہار رائے کیا کہ ابراہیم یقیناً ایسا آدمی معلوم ہوتا ہے جس پر نگرانی رکھنا چاہئے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے یہ رپورٹ بھی کی کہ ابراہیم اپنے طور پر شخصی آمدنی میں، روپے میں ایک پیسہ لگا کر چندہ جمع کر رہا ہے، بیگم بھوپال اس فنڈ کے چندہ دہندگان میں نمایاں حصہ لیتی تھیں، جو بظاہر تو چندہ جمع کیا جاتا تھا، ایک دیوانی مقدمہ میں مالی اعانت کے لئے، جس میں ضلع آرہ کے وہابی اُلجھے ہوئے تھے مگر دراصل یہ ستھانہ کے مذہبی دیوانوں کے لئے مخصوص تھا۔ (۱۴)

اس رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ۱۸۸۱ء تک مجاہدین کی اعانت کا وہی طریق کار جاری رہا جو علی برادران یا ان سے بھی پہلے شروع کیا گیا تھا اور اس مہم کو اہلحدیث چلا رہے تھے جن میں ممتاز تر تین آدمی نظر آرہے ہیں یعنی مولانا ابراہیم آروی، مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۴۰ھ) اور یہ تمام کام دہلی میں حضرت میاں صاحب کی زیر نگرانی جاری تھے۔

مولانا ابراہیم آروی کے خلاف تحقیقات :

صاحبِ تحریکِ وہابیت لکھتے ہیں :

> دوسرے سال بھی مولانا ابراہیم کے خلاف تحقیقات جاری تھیں پولیس انسپکٹروں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس شاہ آباد کو ان کے بارے میں ایک مفصل رپورٹ بھیجی، جس میں خبر دی کہ "محمد عمر" کی طرح ابراہیم کے تعلقات بھی اعلیٰ درجے کے ہیں اور طاقتور اور ذی اثر رشتہ داروں سے مربوط ہیں، شادیوں کے ذریعہ سے ان کا رابطہ خاندان صادق پور سے بھی ہے۔ وہ عبدالعزیز ساکن رحیم آباد ضلع دربھنگہ، عظمت حسین مختار، عبدالرحیم (کے بھائی) عبدالرؤف، لطیف حسین اور ان کے بھائی عبدالغفار ساکن مہداواں کی شمولیت سے روپے کی تحصیل میں مشغول ہیں۔ اس سال جو روپے جمع ہوئے ان کی میزان دس ہزار سے زائد ہے۔ اس کی تقسیم ابراہیم نے کی، مگر معلوم نہ ہوا کہ انہوں نے اس کو جمع کہاں سے کیا۔
>
> ان تحصیل کردہ رقوم میں سے بہت قلیل حصہ مدرسہ اور دوسرے ظاہر کردہ مدات پر صرف ہوا، باقی رقم غیر محسوب اور نامندرج رہی کیونکہ غالباً سرحد کو بھیج دی گئی۔ (۱۵)

ان جملہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حافظ محمد ابراہیم آروی، حضرت سید نذیر حسین دہلوی کے جرنیل کی حیثیت سے ان کے تجویز کردہ مشن کو چلاتے رہے۔ ایک طرف تو اصلاح معاشرہ کے لئے ترویج سنت اور رد بدعات کے لئے سرگرم عمل رہے اور دوسری طرف مجاہدین کے ساتھ مربوط ہو کر جہاد آزادی کے میدان میں اپنے آپ کو وقف اور سرگرم رکھا اور اس وقت جو بھی سرکردہ علماء اہلحدیث تھے، تمام ہی اس مشن کو چلا رہے تھے، اور تمام مال جو جمع ہوتا وہ یا تو تعلیمی اداروں پر صرف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا اور یا مجاہدین کے اعانت فنڈ میں جمع کروا دیا جاتا۔

حاشیہ جات

(۱) حیاتِ شبلی، ص ۴۶ —— (۲) نزھۃ الخواطر، ج ۸ ص ۵، مولانا عبدالمالک آروی نے سنہ ولادت ۱۲۶۷ھ لکھا ہے دیکھئے ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور مجریہ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء —— (۳) اہل حدیث۔ امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء: عبدالمالک آروی نے لکھا ہے: "غالباً ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے" اور باون برس کی عمر پاکر ۶ ذوالحجہ ۱۳۱۹ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔ حکیم ناصر علی المتوفی ۱۳۰۵ھ، نزھۃ الخواطر، ج ۸ ص ۳۹۰-۹۱، قاضی مولوی محمد کریم —— (۴) مولانا مفتی لطف اللہ الکوئلی، مفتی عنایت احمد کاکوروی کے تلامذہ سے تھے اور حدیث کا اجازہ و اسناد قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے حاصل تھا۔ ابتدا میں مدرسہ فیض عام کانپور میں درس دیتے رہے اور پھر کوئل (علی گڑھ) میں سکونت پذیر ہو گئے، سید حسنی نزھۃ الخواطر میں لکھتے ہیں (ج ۸، رقم ۴۰۵)... "واشتغل بالتدریس وقرء علیہ الوف من رجال الھند و خراسان و انتشروا فی الآفاق واسسوا المدارس"... کہ آپ فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور ہزاروں ہندی اور خراسانی تلامذہ نے آپ سے فیض حاصل کیا اور وہ ملک کے اطراف میں پھیل گئے اور مدارس قائم کر لئے۔ بالآخر ۱۳۱۲ھ کو نواب وقار الامراء وزیر الدولہ الآصفیہ آپ کو حیدر آباد، دکن لے گئے اور وہاں دارالعلوم میں صدر اور محکمہ استئناف میں مفتی مقرر کر دیا اور آخر عمر میں ریٹائر ہو کر واپس وطن چلے آئے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق تھے اور ندوۃ العلماء کے معاونین میں شامل تھے اور جب کانپور میں ۱۳۱۱ھ کو ندوہ کی سالانہ کانفرنس ہوئی تو انہی کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ ۱۳۳۴ھ کو اپنے شہر علی گڑھ میں ہی ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مفتی صاحب کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ —— (۵) مولانا سعادت حسین بہاری، سید نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ سے تھے اور آرہ میں مدرس رہے۔ اثناء تدریس میں مولانا احمد علی سہارنپوری سے بھی اجازۂ حدیث حاصل کیا۔ ۱۳۶۰ھ کو فوت ہوئے (نزھۃ الخواطر، ج ۸ رقم ۱۵۴) —— (۶) الاعتصام: علماء اہلحدیث بہار (ہند) ۲۵ دسمبر ۱۹۷۰ء —— (۷) مولانا وحید الزمان بن مسیح الزمان الحیدر آبادی الملقب بنواب وقار نواز جنگ بہادر —— (۸) حیاتِ شبلی، ص ۳۰۸ ——

(۹) تراجم علمائے اہل حدیث از امام خان نوشہروی میں حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری کے تلامذہ کی تعداد بکثرت ملتی ہے۔ دیکھئے حافظ عبداللہ غازی پوری —— (۱۰) یہ وہی مولانا منصور علی مراد آبادی ہیں جنہوں نے "الظفر المبین" کے جواب میں "الفتح المبین" لکھی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مقدمہ "الظفر المبین" از راقم الحروف —— (۱۱) حیاتِ شبلی، ص ۳۲۴ —— (۱۲) تحریکِ وہابیت، ۳۴۳،۳۳۳ —— (۱۳) یہ پورا بیان کلکتہ پولیس کی خفیہ اطلاعات سے ملخص ہے جو ڈپٹی کمشنر پولیس کلکتہ لیمبرٹ نے کمشنر پٹنہ کو بھیجی تھیں۔ دیکھئے میمو نمبر ۶۵۳، مورخہ: ۲۳ فروری ۱۸۸۱ء —— (۱۴) تحریکِ وہابیت، ص ۳۳۳۔ ۳۳۴ —— (۱۵) تحریک وہابی، ۳۳۶-۳۳۷۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ